ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

تدوین متن کے مآخذ

***شازیہ سعید**
پی ایچ۔ڈی سکالر
لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور
****ڈاکٹر محمد ارشد اویسی**
پروفیسر لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

ABSTRACT:
The process of Editing (تدوین) which is organized and ordered, is known as a methodology. When a writer embarks on Editing, he is aided by innumerable means to reach the original facts. These means, called Editing aids, assist in the research related to their subject. Notices, memorandums, manuscripts, diaries, briefs, guilds, vocabulary, dictionaries, books, autobiographical sketches and interviews are some of the important aids of Editing. These aids provide guidance during the Editing of any literary subject and are a viable and reliable means of obtaining the desired information. Below is a mention of some of the important Editing aids in the context of the subject.

تدوین ایک باقاعدہ، باترتیب اور منظم عمل کا نام ہے، جس کا ایک خاص طریقہ کار ہے۔ مدون جب تدوین کے عمل سے گزرتا ہے تو وہ بے شمار وسائل سے مدد لیتا ہے تاکہ اصل حقائق تک رسائی حاصل کر سکے۔ یہ وسائل، وسائلِ تدوین یا تدوین کے مآخذ کہلاتے ہیں، جو اُسے اپنے موضوع سے متعلق تحقیق کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ تذکرے، ملفوظات، مخطوطات، مکتوب، ڈائریاں، بیاض، گلدستے، لغت، دستاویزات، کتابیں، خود نوشتہ سوانح عمریاں اور انٹرویوز وغیرہ اہم وسائلِ تدوین شمار کیے جاتے ہیں۔ کسی متن کی کے دوران میں یہ مآخذ مدون کی مناسب رہنمائی کرتے ہیں اور مطلوبہ معلومات بہم پہنچانے کا قابلِ قدر اور باوثوق ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں چند اہم وسائل تدوین کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

تذکرے:

اصطلاحی طور پر 'تذکرہ' اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں شاعروں کے حالات تحریر کیے گئے ہوں۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ میں تذکرہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"عربی لفظ بمعنی یادگار، یادداشت وہ جس سے ضرورت کی چیز یاد آجائے از فعل مذکر۔ یہ لفظ بہت سی مشہور تصانیف کے ناموں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "التذکرۃ النصیریہ" (درہیئت) مصنفہ نصیر الدین طوسی، "تذکرۃ الاولیا" مصنفہ فرید الدین عطار، "تذکرۃ الشعراء" (شاعروں کے سوانح حیات اس نوع کی کتابیں ایران میں بہت مقبول ہیں۔'(1)

فرہنگ آصفیہ میں تذکرہ کی وضاحت کرتے ہوئے سید احمد دہلوی فرماتے ہیں :

"اسم مذکر (۱) ذکر مذکور، یاد، یادداشت، بیان، یادگار، (۲) چرچا، افواہ، (۳) تاریخ، واقعات، سرگزشت، سوانح عمری۔ وہ کتاب جس میں شعرا کا حال لکھا جائے"(2)

اُردو میں تذکرہ نویسی کی روایت فارسی کے زیرِ اثر اٹھارہویں صدی میں شروع ہوئی۔ اس کے سبب سے اُردو شاعروں کے تذکرے بھی فارسی شعراء کے تذکروں کے انداز میں لکھے گئے۔ تذکرہ نویسی نے درحقیقت اُردو زبان و ادب اور شاعری کے علاوہ تحقیق و تدوین کی راہ ہموار کی۔ لوگ تذکرہ نگاری کے شوقین تھے۔ اُن کے پیشِ نظر محض شعری ذوق کی تسکین حاصل کرنا تھا اور وہ اپنے عہد اور عہد کے شعراء کی ادبی تاریخ لکھنے کے خواہشمند نہیں تھے۔ مگر غیر شعوری طور پر ان کے تذکروں میں تحقیقی اور تنقیدی عناصر پیدا ہو گئے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول:

"اردو میں اولاً ادبی تنقید و سوانح اور تاریخ نگاری کے سلسلے کا تحقیقی کام دراصل تذکروں کے ذریعے آگے بڑھا۔" (3)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

اس میں کوئی شک نہیں کہ اُردو شعراء کے اوّلین تذکرے فارسی زبان میں لکھے گئے۔ ان میں تنقیدی شعور کی بھی کوئی بلندی نظر نہیں آتی۔ ان سے سند کے لینے کے لیے بھی آج بڑی محتاط روی سے کام لینا پڑتا ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس دور کے شعراء کے حالات اور اُن کے کلام کے متعلق بہت کم مواد دستیاب ہے چنانچہ بہر صورت تذکروں کی اہمیت مسلّم ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین لکھتے ہیں:

"تذکروں میں سوانحی حقائق بہت کم ہوتے ہیں، لفاظی زیادہ ہوتی ہے لیکن قدیم ادیبوں کے بارے میں وہی ہمارا بیش بہا ماخذ ہیں۔ ان سب کو ملا کر سوانح کے کچھ نقوش کھینچے جا سکتے ہیں۔ مختلف تذکروں کے بیانات میں جو اختلاف دکھائی دے اسے محقق اپنے تجربے اور مطالعے کی مدد سے دور کر کے کسی فیصلے پر پہنچ سکتا ہے۔ جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں لکھ دے کہ فلاں ماخذ یہ کہتا ہے اور فلاں وہ۔ ادیبوں کی تصانیف میں سے داخلی اشارے بھی ڈھونڈنے ہوں گے۔ تذکروں کے علاوہ تواریخ ادب اور رسالوں پر بھی نظر کرنی ہو گی، تب کہیں ایک عمر صرف کر کے یہ کام سرانجام ہو سکے گا۔"(4)

تذکروں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سب سے پہلے کسی شاعر کی شخصیت کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے اور اس کے ماحول اور حالات کی عکاسی کی جاتی ہے اگرچہ یہ بیانات مختصر ہوتے ہیں اور ان میں محض تاریخ و مقام پیدائش، ماحول، تعلیم و تربیت اور تصانیف وغیرہ کے بارے میں لکھا جاتا ہے اور کوئی زیادہ اطمینان بخش معلومات نہیں ہوتیں لیکن بہر حال یہ ابتدائی نوعیت کی معلومات ضرور فراہم کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

"شاعر کے کلام پر تبصرہ اور کلام کے انتخاب سے قبل دھندلا سا خاکہ پیش کرنا بھی ایک اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ چیز اُس شاعر کے کلام اور اُفتادِ طبع کو سمجھنے میں کسی نہ کسی حد تک ضرور ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تذکرہ نویسوں میں قدرت نہیں کہ ان واقعات کو اس طرح بیان کریں کہ شاعر کی تصویر میں جان آجائے اور وہ بولنے لگے... لیکن اگر اس لکھنے والے کے میلان پر نظر ڈالی جائے تو ان اعتراضات میں ایک ہمدردانہ انداز نظر ضرور پیدا ہو جائے گا۔"(5)

ڈاکٹر سلیم اختر فرماتے ہیں:

"میر تقی میر نکات الشعرا میں کم از کم الفاظ میں تصویر کشی کرتے ہیں جبکہ ان کے برعکس محمد حسین آزاد نے آب حیات میں زیادہ سے زیادہ الفاظ کے ساتھ اسلوب کی چاشنی کو بھی مد نظر رکھا۔ میر تقی میر اس مصور کی طرح ہیں جو کم از کم خطوط کی امداد سے اسکیچ بنالیتا ہے جبکہ محمد حسین آزاد اپنے رنگین اسلوب اور تخیل کی مدد سے گویا رنگین سینما سکوپ فلم چلا دیتے ہیں "(6)

تذکروں پر اعتراضات اپنی جگہ لیکن ان کی اہمیت و افادیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اُردو زبان و ادب کی تحقیق و تدوین میں تذکروں سے بہت زیادہ مدد لی گئی ہے۔ جیسے جیسے ریختہ گو شعرا کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ویسے ویسے تذکرہ نویسی کی ضرورت پڑتی گئی جب شعراء کی تعداد میں اضافہ ہوا تو ساتھ ہی تذکروں میں شاعروں کے ذکر میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا اور تذکروں کی فہرست بھی طویل ہوتی گئی۔ ڈاکٹر سید عبداللہ تذکروں میں شعراء کی تعداد کے متعلق رقم طراز ہیں:

"میر کے تذکرہ نکات الشعرا میں تقریباً 100 شاعروں کا حال بیان ہوا ہے۔ گردیزی کے تذکرے میں تعداد اتنی ہی ہے۔ قائم کے تذکرہ مخزن نکات میں 110 ہے۔ تذکرہ شورش (غلام حسین) جو 1193ھ میں مرتب ہوتا ہے شعراء کی تعداد 314 تک پہنچتی ہے۔ عمدہ منتخبہ جو 1215ھ اور 1242ھ کے درمیان مرتب ہوتا ہے کم و بیش 1200 شعرا کے حال پر مشتمل ہے۔ اس زمانے میں "عیار الشعرا" خوب چند ذکا جو 1208ھ اور 1248ھ کے درمیان لکھا جاتا ہے 1500 شعراء کے حالات قلمبند کرتا ہے اور "تذکرہ اختر" جو واجد علی شاہ سے منسوب کیا جاتا ہے 5000 شعراء کے ذکر پر مشتمل ہے۔"(7)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے تذکروں کو سات اقسام میں منقسم کیا ہے:

"اول: وہ تذکرے جن میں صرف اعلیٰ شاعروں کے مستند حالات جمع کیے گئے ہیں اور ضمناً کلام کا انتخاب بھی دیا ہے۔

دوم: وہ تذکرے جن میں تمام قابل شعرا کو جگہ دی گئی اور مصنف کا مقصد جامعیت اور استیعاب ہے۔

سوم: وہ تذکرے جن کا مقصد تمام شعرا کے کلام کا عمدہ اور مفصل ترین انتخاب پیش کرنا ہے اور حالات جمع کرنے کی طرف زیادہ اعتنا نہیں بیاض اور مجموعے اس صنف میں شامل ہیں۔

چہارم:- وہ تذکرے جن میں اردو شاعری کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے اور تذکرے کا مقصد شاعری کا ارتقاد کھانا ہے۔

پنجم: وہ تذکرے جو شاعری کے ایک مخصوص دور سے بحث کرتے ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

ششم: وہ تذکرے جو کسی وطنی یا ادبی گروہ کے نمائندے ہیں۔

ہفتم: وہ تذکرے جن کا مقصد محض تنقید سخن اور اصلاحِ سخن ہے۔"(8)

ذیل میں اُردو تذکروں سے اہم تذکروں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے: (9)

۱	نکات الشعرا	میر تقی میر	۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء	فارسی
۲	گلشن گفتار	حمید اورنگ آبادی	۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء	فارسی
۳	تحفۃ الشعرا	افضل بیگ قاقشال	۱۱۶۵ھ / ۱۷۵۲ء	فارسی
۴	تذکرۂ ریختہ گویاں	فتح علی حسینی	۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء	فارسی
۵	مخزن نکات	قیام الدین قائم	۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء	فارسی
۶	ریاض حسنی	عنایت اللہ فتوت	۱۱۶۸ھ / ۱۷۵۴ء	فارسی
۷	چمستان شعرا	لچھمی نرائین شفیق	۱۱۷۵ھ / ۱۷۶۱ء	فارسی
۸	طبقات الشعراء	قدرت اللہ شوق	۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۴ء	فارسی
۹	تذکرۂ شعرائے اردو	میر حسن	۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء	فارسی
۱۰	تذکرۂ شورش غلام حسین شورش	غلام حسین شورش	۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء	فارسی
۱۱	بہار وخزاں	میر بہاء الدین حسین خان عروج	۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء	فارسی
۱۲	گل عجائب	اسد علی خاں تمنا	۱۱۹۲ھ / ۱۷۷۸ء	فارسی
۱۳	مسرت افزا	ابو الحسن	۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء	فارسی
۱۴	گلشن سخن	مردان علی خاں مبتلا	۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء	فارسی
۱۵	گلزار ابراہیم	علی ابراہیم خلیل	۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۳ء	فارسی
۱۶	تذکرۂ ہندی گویاں	غلام ہمدانی مصحفی	۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء	فارسی
۱۷	عیار الشعرا	خوب چند ذکا	۱۲۱۲-۱۲۲۶ھ / ۱۷۹۸-۱۸۱۲ء	فارسی
۱۸	تذکرۂ عشق	محمد وجیہ الدین عشقی	۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰-۱۸۰۱ء	فارسی
۱۹	گلشن ہند	میرزا علی لطف	۱۲۱۵ھ / ۱۸۰۰-۱۸۰۱ء	اُردو
۲۰	عمدۂ منتخبہ	اعظم الدولہ سرور	۱۲۱۶-۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۱-۱۸۱۰ء	فارسی
۲۱	تذکرۂ حیدری (گلشن ہند)	حیدر بخش حیدری	۱۲۱۷ھ / ۱۸۰۲-۳	فارسی
۲۲	مجمع الانتخاب	شاہ محمد کمال	۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء	فارسی
۲۳	ریاض الفصحا	غلام ہمدانی مصحفی	۱۲۲۱-۱۲۳۶ھ / ۱۸۰۶-۱۸۲۱ء	فارسی
۲۴	مجموعۂ نغز	قدرت اللہ قاسم	۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۷ء	فارسی
۲۵	طبقات سخن	غلام محی الدین مبتلا میر ٹھی	۱۲۲۲-۳۳ھ / ۱۸۱۱-۱۸ء	فارسی
۲۶	تذکرۂ آزردہ	صدر الدین خان آزردہ	۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲-۱۳ء	فارسی
۲۷	دیوان جہاں	بینی نرائن جہاں	۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۲-۱۳ء	فارسی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

۲۸	تذکرۂ بے جگر	خیراتی لعل بے جگر	۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶-۲۷ء	فارسی
۲۹	تذکرۂ شعرا	ابن امین طوفان	۱۲۴۷-۱۵ھ/۱۸۳۱-۳۶ء	فارسی
۳۰	شوکت نادری	کلب حسین آزاد	۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱-۳۲ء	فارسی
۳۱	دستور الفصاحت	احد علی خاں یکتا	۱۲۴۹ھ/۱۸۳۳-۳۴ء	فارسی
۳۲	گلشن بے خار	مصطفی خاں شیفتہ	۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴-۳۵ء	فارسی
۳۳	مدائح الشعرا	عنایت حسین خاں مہجور	۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷-۳۸ء	فارسی
۳۴	تاریخ ادب ہندوستانی	گارسیں دتاسی	۱۸۳۹-۴۷ء	فارسی
۳۵	انتخاب دواوین	امام بخش صہبائی	۱۲۵۸-۶۰ھ/۱۸۴۲-۴۴ء	فارسی
۳۶	گلدستۂ نازنیناں	کریم الدین	۱۲۶۰-۶۱ھ/۱۸۴۴-۴۵ء	اُردو
۳۷	خوش معرکہ زیبا	سعادت خاں ناصر	۱۲۶۰-۶۲ھ/۱۸۴۴-۴۶ء	اُردو
۳۸	بہار بے خزاں	احمد حسین سحر	۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء	فارسی
۳۹	گلستان بے خزاں	قطب الدین باطن	۱۲۶۱-۶۵ھ/۱۸۴۵-۴۹ء	اُردو
۴۰	طبقات الشعرائے ہند	کریم الدین وفلن صاحب	۱۲۶۳ھ/۱۸۴۶-۴۷ء	اُردو
۴۱	یادگار شعرا	اشپرنگر	۱۸۵۰ء	انگریزی
۴۲	مخزن شعرا	نور الدین فائق	۱۲۶۸ھ/۱۸۵۱-۵۲ء	اُردو
۴۳	سراپا سخن	سید محسن علی	۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲-۵۳ء	اُردو
۴۴	گلشن ہمیشہ بہار	نصر اللہ خاں خیتگی	۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳-۵۴ء	فارسی
۴۵	نسخۂ دلکشا	جنم جی متر ارمان	۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴-۵۵ء	اُردو
۴۶	منتخب التذکرہ	جنم جی متر ارمان	۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴-۵۵ء	اُردو
۴۷	گلستان سخن	قادر بخش صابر	۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴-۵۵ء	اُردو
۴۸	مخزن نکات (اُردو ترجمہ)	سید محسن علی	۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴-۵۵ء	اُردو
۴۹	ریاض الفردوس	محمد حسین خاں شاہجہان پوری	۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹-۶۰ء	اُردو
۵۰	قطعہ منتخب	عبد الغفور خاں نساخ	۱۲۷۶ھ/۱۸۵۹-۶۰	اُردو
۵۱	سخن شعرا	عبد الغفور خاں نساخ	۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴-۶۵ء	اُردو
۵۲	بہارستان ناز	فصیح الدین رنج	۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴-۶۵ء	اُردو
۵۳	تذکرۂ نادری	کلب حسین خاں نادر	۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶-۶۷ء	اُردو
۵۴	مجموعۂ واسوخت	فدا علی عیش	۱۲۸۲-۸۵ھ/۱۸۶۵-۶۹ء	اُردو
۵۵	فرح بخش	یار محمد خاں شوکت	۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰-۷۱ء	اُردو
۵۶	خزینۃ العلوم	درگاہ پرشاد نادر	۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱-۷۲ء	اُردو
۵۷	شمیم سخن، حصہ اول	عبد الحئی صنا	۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲-۷۳ء	اُردو

۵۸	شمیم سخن، حصہ دوم	عبدالحئی صنا	۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲-۷۳ء	اُردو
۵۹	انتخاب یادگار	امیر احمد مینائی	۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳-۷۴ء	اُردو
۶۰	الف-تذکرۂ شعرائے رام پور	صاحب وجرجیس	۱۲۹۰-۹۱ھ / ۱۸۷۳-۷۴ء	فارسی
۶۱	عروس الاذکار	نصیر الدین احمد نقش	۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء	فارسی
۶۲	نگارستان بشیر	شاہ بہاء الدین بشیر	۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء	اُردو
۶۳	چمن انداز	درگاہ پرشاد نادر	۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء	اُردو
۶۴	تذکرۂ بشیر	شاہ بہاء الدین بشیر	۱۲۹۱-۹۷ھ / ۱۸۷۴ء	اُردو
۶۵	ارمغان گوکل پرشاد	گوکل پرشاد	۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء	اُردو
۶۶	طور کلیم	سید نور الحسن خان	۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء	فارسی
۶۷	بزم سخن	سید علی حسن خاں	۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء	فارسی
۶۸	آبِ حیات	محمد حسین آزاد	۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء	اُردو

تحقیق و تدوین اور ادبی معلومات کے اضافے میں تذکروں کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اُردو تنقید اور تحقیق بیاضوں اور تذکروں کا سفر طے کر کے اپنی موجودہ حالت تک پہنچی ہے ہر چند کہ ان میں بہت سی خامیاں موجود ہیں لیکن یہ ایک قابلِ قدر وسیلۂ تدوین ہے۔ تذکروں میں بالعموم شاعر کے مختصر حالات، کلام پر مختصر تبصرہ اور کلام کا انتخاب ملتا ہے۔ تذکروں میں شاعر کی شخصیت کی جھلک دکھائی جاتی ہے اور کسی نہ کسی حد تک ان میں تنقیدی شعور بھی ملتا ہے۔ اس طرح اردو تنقید کی ابتدا تذکروں سے ہی ہوئی۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنی کتاب "نفسیاتی تنقید" میں لکھتے ہیں :

"تذکروں کی صورت میں اردو تنقید نے جنم ہی نہ لیا بلکہ گھٹنوں چلنا بھی سیکھا۔ بلاشبہ تذکروں کو اردو تنقید کے عہد طفلی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ گو کومل بچے اور تنومند جوان میں قد و قامت، توانائی اور بصارت و بصیرت کے لحاظ سے بہت فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود دونوں کی اساسی مشابہت ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ یہی حال تذکروں کی سیدھی سادی آرا اور آج کی پر مغز اور پر معنی تنقید کا ہے لیکن اس کے باوجود اردو تنقید کے اس شباب میں اس کے بچپن کی بعض جھلکیاں دیکھنی اتنی مشکل نہ ہوں گی۔"(10)

'نکات الشعراء' میں میرؔ نے شعرا کے حالات بے حد مختصر لکھے ہیں اور گروہ بندی سے متعلق ہونے کا اظہار کیا ہے۔ میر نے آرزو کے گروہ کی مدح سرائی کی اور مرزا مظہر کے حلقے کو نظر انداز کیا۔ "آبِ حیات" اگرچہ بعض واقعاتی غلطیوں سے عبارت ہے لیکن بلاشبہ اُردو ادب میں بے حد اہمیت کی حامل کتاب ہے۔

دستاویزات:

وسائلِ تدوین میں "دستاویزات" کو بھی بے حد اہمیت حاصل ہے۔ "فرہنگِ تلفظ" میں شان الحق حقی نے "دستاویز" کے لغوی مفہوم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"دعوے کے ثبوت یا جواب میں شہادت کے طور پر پیش کیا جانے والا کاغذ یا تحریر: تحریری ثبوت، کوئی اہم کارآمد کاغذ، قبالہ، توشہ" (11)

اصطلاح میں دستاویزات سے مراد وہ اشیاء مواد اور چیزیں ہیں جو تحقیق خصوصاً تاریخی تحقیق کے لیے بنیادی اور ثانوی مواد فراہم کرتی ہیں۔ دستاویزات کے بغیر تاریخی تحقیق کا تصور محال ہے۔ دستاویز پہلے سے تیار شدہ ہوتے ہیں یعنی مواد پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ اس کی محض تلاش کی جاتی ہے اور پھر اس تلاش کی روشنی میں تحقیقی نتائج مرتب کیے جاتے ہیں۔

دستاویزی مواد کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) بنیادی ماخذ / مصادر

(۲) ثانوی ماخذ / مصادر

بنیادی مصادر: اس قسم کی دستاویزات سے بنیادی معلومات ملتی ہیں۔ بنیادی مصادر درج ذیل ہیں:

(1) ذاتی کاغذات (2) دستاویزی ریکارڈ (3) انٹرویوز (4) سوالنامے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

(5) متفرق بنیادی مطبوعات (6) مرکزی حکومت کی مطبوعات یا صوبائی حکومت کی مطبوعات

(7) خود نوشت، سوانح عمریاں اور یاد داشتیں (8) تقریریں، خطوط، ڈائریاں

(9) بورڈ، تحقیقی اداروں، متن اور ادب کی تخلیقی تحریریں، دانش گاہوں وغیرہ کی روداد یں

(10) اختیارات اور فرامین وغیرہ اور معاصر مضامین

ثانوی مصادر / ماخذ وہ ریکارڈ ہوتے ہیں جن کو وہ فرد یا افراد تیار کرتے ہیں جو خود واقعہ میں شریک نہیں ہوتے۔ لہٰذا یہ ان افراد کی شہادت ہوتی ہے جو چشم دید گواہ نہ تھے لیکن انہوں نے کسی وجہ سے اس کا ریکارڈ تیار کر لیا۔ اگر کوئی مصنف کسی دوسرے مصنف کا اقتباس پیش کرتا ہے تو یہ ثانوی مصادر میں شمار ہوتا ہے۔ نصابی کتب، جنتریاں، دائرۃ المعارف اور اطلاعات کے ایسے ہی خلاصے ثانوی مصادر گنے جاتے ہیں۔

بعض اوقات تدوین کی نوعیت مصادر کی نوعیت کو بدل دیتی ہے مثلاً نصابی کتابوں کو ثانوی مصادر میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر محقق شعبۂ تعلیم، نصابی کتب کی ترتیب و تدوین پر کام کر رہا ہو تو ایسی صورت میں نصابی کتابیں ثانوی کی بجائے بنیادی مصادر کی حیثیت اختیار کر جائیں گی۔ علامہ اقبال کے بارے میں لکھی جانے والی سوانحی، تنقیدی اور تشریحی کتب و مقالات کی نوعیت ثانوی مصادر کی ہے۔

دستاویزی ریکارڈ کئی قسم کے ہوتے ہیں جن سے تحقیقی مواد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

1۔ سرکاری ریکارڈ :- مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی دستاویزات جن کو مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت تیار کرتی ہے مثلاً آئین، قوانین، چارٹر، عدالتی رودادیں اور فیصلے، ٹیکس کی فہرستیں اور اہم اعداد و شمار۔ اس قسم کی دستاویزات کو حوالے کے اعتبار سے مستند سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کو متعلقہ ادارے پوری ذمہ داری اور احتیاط سے تیار کرتے ہیں اس لیے ان میں کسی قسم کی غلطی کی گنجائش کم رہ جاتی ہے۔

2۔ ذاتی ریکارڈ:- ان میں ڈائریاں، خود نوشت، سوانح عمریاں، خطوط، وصیت نامے، جائیداد کے کاغذات، معاہدے، لیکچر کے اشارات، تقاریر، مضامین اور کتابوں کے اصل مسودات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ زبانی روایات بھی اس میں شامل ہیں۔ جن میں اساطیر، لوک کہانیاں، خاندانی کہانیاں، کھیلیں، تقریبات اور واقعات کی چشم دید یادیں شامل ہوتی ہیں۔

3۔ تصویری ریکارڈ :- ان میں تصویریں، متحرک تصویریں، مائیکرو فلمیں، مصوری کے نمونے، سکے اور مجسمے آتے ہیں۔

4۔ مطبوعہ مواد:- اس میں اخبارات، کتابچے اور رسالوں کے مضامین شامل ہوتے ہیں اس کے علاوہ زیر تحقیق مسئلے کے بارے میں ادبی اور فلسفیانہ کتابیں بھی شامل ہیں۔ اخبارات اور رسائل اصل ریکارڈ کے نہ ہونے کی صورت میں تحقیقی عمل میں خاصے مددگار ثابت ہوتے ہیں مثلاً اخبار " انجمن پنجاب" انجمن کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اسی طرح علامہ اقبال کی ابتدائی نظمیں رسالہ "مخزن" میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اس ادبی رسالے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ کون سی نظم کس سن میں شائع ہوئی ہے۔

دستاویزی مواد مختلف مقامات اور ذرائع سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان میں کتب خانے، رسائل و جرائد، تاریخی مواد سے متعلق تبصرے اور تحقیقی مقامات وغیرہ شامل ہیں۔ اس حوالے سے کتب خانے زیادہ اہم ہیں۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری "ادبی تحقیق کے اصول" میں لکھتے ہیں:

"دستاویزی مواد مختلف مقامات سے مل سکتا ہے اور موضوع کے اعتبار سے محقق کو متعلقہ مقامات کا انتخاب کرنا ہوتا ہے اس سلسلے میں کتب خانے سب سے زیادہ معاون ثابت ہوتے ہیں"(12)

اس کے علاوہ ذاتی کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لئے ڈاکٹر ظفر الاسلام نے کچھ اصول وضع کیے ہیں:

"اگر آپ کسی خاندان یا شخص کی ذاتی ملکیت کی دستاویز یا قلمی نسخہ استعمال کر رہے ہیں تو چند باتیں ضرور یاد رکھیں اول یہ کہ ان کے تئیں آپ کا رویہ تشکرانہ اور شریفانہ ہو دوسرے یہ کہ اس شخص یا خاندان کے مجموعی حالات کا بھی خیال رکھیں۔ اس لیے خواہ مخواہ ان کے معمولات میں مخل نہ ہوں۔ اس طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ جو دستاویز آپ کے زیر استعمال و مطالعہ ہے اس کے ساتھ بے دردی کا معاملہ نہ کریں۔ مثلاً جہاں چاہا نشان زد کر دیا۔ جہاں سمجھ میں نہ آیا سوالیہ نشان لگا دیا۔ کہیں حاشیہ آرائی کر دی وغیرہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

وغیرہ۔ بلکہ ایسی دستاویزات پر لکھنا ہی غلط ہے۔ ہمیشہ اس قسم کی دستاویزات کو استعمال کرتے ہوئے سیاہی کے قلم کی بجائے پنسل کا استعمال کریں۔ یہ بھی لازم ہے کہ ایسی دستاویزات کی ترتیب نہ بدلی جائے۔ اگر آپ نے اس طرح کی کوئی حرکت کی تو صرف یہی نہیں کہ آپ متعلقین کے ساتھ ظلم کریں گے بلکہ اپنے بعد آنے والے اہلِ تحقیق کے لئے بھی راستہ بند کر دیں گے۔ نیز اس طرح کی دستاویزات کی اشاعت بھی ان کے مالکوں کی اجازت کے بغیر ہر گز نہیں کرنی چاہیے۔" (13)

دستاویزات اہم وسیلہ تدوین ہیں۔ تحقیق خصوصاً تاریخی تحقیق کی اساس ہی دستاویزات ہوتی ہیں۔ تاریخی تحقیق دستاویزات کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ تاریخ کے ادوار و ثمرات کا جائزہ صرف دستاویزات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

دستاویزات سے ماضی کے گمشدہ ادوار کی تلاش کی جاتی ہے۔ اُردو ادب میں ایک زمانے تک یہی سمجھا جاتا تھا کہ دلی سے پہلے دکن میں اُردو شاعری کا وجود ہی نہیں تھا مگر بیسویں صدی میں جب انجمن ترقی اُردو اور بعض دوسرے اداروں نے پرانی دستاویزات دریافت کر کے شائع کیں تو ماضی کے کئی گمشدہ ادوار روشن ہو گئے اور اُردو ادب کی تاریخ کئی سو سال پیچھے تک چلی گئی۔

ادب میں نئے مباحث کا آغاز بھی دستاویزات کی دریافت ہی سے ہوتا ہے۔ اُردو ادب کی ابتداء کے حوالے سے مختلف نظریات رہے ہیں۔ قدیم دستاویزات کے شائع ہونے سے اُردو ادب کی ابتداء کے بارے میں حافظ محمود شیرانی نے پنجاب میں اُردو کا نظریہ پیش کیا۔ دستاویزات سے تاریخی حقائق معلوم ہوتے ہیں اور پہلے سے معلوم شدہ معلومات کی تصحیح اور تصدیق ہوتی ہے۔

غالب نے انقلابِ 1857 میں اپنے دوستوں کو جو خطوط لکھے ہیں وہ دلی کی تباہی و بربادی کے حوالے سے اہم دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دستاویزات سے عہد، اس کے رواج، میلانات، رجحانات، اطوار، معاصر ادب کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ عبدالمجید سالک کی "سرگزشت" اور قدرت اللہ شہاب کا "شہاب نامہ" اپنے عہد کی آواز ہیں۔ اس حوالے سے تبسم کاشمیری کا یہ بیان اہم ہے:

"ہم پرانی دستاویزات کے مطالعے ہی سے کسی عہد کی ذہنی ساخت کا جائزہ لیتے ہیں اور اس عہد کی ذہنی تحریکوں سے واقف ہوتے ہیں"(14)

الغرض دستاویزات اہم تحقیقی وسیلہ ہیں۔ دستاویزات کے اسناد کے لیے داخلی و خارجی پرکھ نہایت ضروری ہے۔ اس کے بعد ملنے والا بنیادی اور ثانوی مواد تحقیق کے نئے در وا کر دیتا ہے۔

مخطوطات:

"مخطوطہ" عربی زبان کا لفظ ہے جو خط سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ہاتھ سے لکھا ہوا، تحریر کیا ہوا۔ مخطوطہ کے لیے خطی نسخہ یا قلمی نسخہ کے الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

مخطوطہ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ انسان کی اپنے خیالات کو ضابطۂ تحریر میں لا کر محفوظ کرنے کی خواہش۔ انسان نے لکھنا شروع کیا تو کبھی پتھر پر نقش چھوڑا، کبھی پتوں پر لکھا اور کبھی جانوروں کی کھال کے بڑے بڑے ٹکڑوں کو کام میں لایا۔ پھر جیسے جیسے انسانی تہذیب نے ترقی کی انسان کے تحریر کے لئے کاغذ کو وسیلہ بنایا۔ اور پھر اس نے اوزاروں سے قلم تک اور قلم سے کمپیوٹر تک کا سفر طے کیا۔ مخطوطات بھی اہم وسائل تحقیق میں شمار ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

"الہامی کتابوں کے بعد اگر کوئی چیز مقدس ہے تو بزرگوں کے وہ فکری کارنامے ہیں جو کتابوں کی صورت میں ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔"(15)

مخطوطہ کے لئے دو شرائط اہم ہیں۔

☆ ہاتھ سے لکھا گیا ہو ☆ قدیم ہو

جو تحریر ہاتھ سے نہ لکھی گئی ہو وہ مسوّدہ یا تحریر ہو سکتی ہے لیکن مخطوطہ نہیں۔

مخطوطات کی تحقیق یا تدوین میں سب سے بنیادی اور اہم مسئلہ مخطوطات کی دستیابی ہے۔ اس سلسلے میں محقق یا مدوّن کو نہایت غور و فکر اور انتھک محنت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ مخطوطات کی تلاش کے حوالے سے اہم ماخذ درج ذیل ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور دیال سنگھ کالج لائبریری میں مخطوطات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ انڈیا آفس لائبریری میں اکیس ہزار مخطوطات ہیں ان میں سے 8300 سنسکرت، 160 ہندی، 4800 فارسی، 3200 عربی اور 270 اُردو زبان میں ہیں۔ برٹش میوزیم میں بھی ایسے نوادر بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو کے فروغ کے لئے بنائی جانے والی مختلف انجمنیں اور ان کے کتب خانے بھی مخطوطات کی فراہمی کے حوالے سے اہم ہیں۔ علماء، مشاہیر ادب اور مختلف ریاستوں کے نوابین کے ذاتی کتب خانے، علم و ادب سے ان کی دلچسپی کے باوصف قیمتی و نادر مخطوطات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کے وسیلے سے اہم مخطوطات تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے۔

مخطوطات کو تدوین کا وسیلہ بناتے ہوئے احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے کیوں کہ قدامت کی وجہ سے مخطوطات کی تحریر کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مخطوطات کو پہنچنے والے نقصان کے اعتبار سے اس کی درج ذیل اقسام ہیں:

1۔ ناقص الاول:

ایسا مخطوطہ جس کے شروع میں صفحات نہ ہوں یا اُن کو نقصان پہنچا ہو ناقص الاول کہلاتا ہے۔

2۔ ناقص الوسط

ایسا مخطوطہ جس کے درمیانی اوراق موجود نہ ہوں یا انہیں کوئی نقصان پہنچا ہو ناقص الوسط کہلاتا ہے۔

3۔ ناقص الآخر

ایسا مخطوطہ جس کے آخری صفحات موجود نہ ہوں یا انہیں کوئی نقصان پہنچا ہو۔ ناقص الآخر ہے۔

اسی طرح ناقص الطرفین، ناقص الاسم، کرم خوردہ، آب رسیدہ مخطوطات بھی ہوتے ہیں۔

مخطوطات وسائلِ تدوین میں سے اہم ترین وسیلہ ہیں۔ تحقیق کا سفر مخطوطات تک رسائی سے ہی شروع ہوتا ہے۔ تدوین میں بھی ان کی اہمیت مسلمہ ہے۔ مخطوطات کے ذریعے مصنف کے اصل متن تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے۔ اصل متن تک رسائی کے بعد ہی اس کی تحقیق یا تدوین ممکن ہو سکتی ہے۔ مخطوطات کے مطالعے سے زبان کے ارتقائی سفر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مختلف ادوار میں زبان کن کن تبدیلیوں سے گزری اور اس نے کیا کیا اثرات قبول کیے۔ ان سوالات کے جوابات مخطوطات کے مطالعے سے سامنے لائے جا سکتے ہیں۔ اور حاشیوں میں موجود دیگر معلومات سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ مخطوطات کے ذریعے ہی مصنف کے طرز اسلوب، رسم الخط اور املا تک پہنچا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"قلمی نسخوں کے زمانے کا تعین بے حد ضروری ہے۔ اگر کسی شاعر کے ایک سے زیادہ دواوین ہوں تو زمانی تعین اور بھی ضروری ہو جاتا ہے ورنہ شعروں سے نتائج اخذ کرتے ہوئے غلطی کا امکان رہتا ہے۔"(16)

ڈاکٹر تنویر احمد علوی لکھتے ہیں:

"قدیم مشرقی و مغربی زبانوں کا کلاسیکی لٹریچر زیادہ تر مخطوطات کی صورت میں ملتا ہے اور انہی قلمی نسخوں کی مدد سے اس کی ہیئت اور حدود تک رسائی ممکن ہے بعض متن اب اپنی اصلی شکل میں نہیں ملتے۔ بعض کی زبان بدل گئی ہے اور بعض کا رسم الخط۔ اس لیے ان کی اصل صورت اور حدود و مشتملات کا فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ اس نوع کے کسی متن کی قدیم تر معلوم و منضبط روایت ہی کو اس کی ممکن الحصول شکل قرار دیا جا سکتا ہے جو زمانی اعتبار سے اپنی اصل سے نسبتاً قریب تر ہو۔"(17)

طاہرہ سرور اس کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

"مصنف اور اس کے دور کا تعین اور مخطوطے سے متعلق تمام ضروری معلومات کا فراہم کرنا لازمی ہے۔ مخطوطے میں موجود غلطیوں سے صرفِ نظر کرنا اصول کے خلاف ہے۔ ایسی قرآتیں جو عہد مصنف کے تلفظ کی نمائندگی کرتی ہیں بدستور باقی رکھی جانی چاہیں۔"(18)

غالب کے اُردو خطوط کے پہلے دو مجموعے "اُردوئے معلّٰی" اور "عودِ ہندی" کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے "اُردوئے معلی" کا دیباچہ غالب کے عزیز شاگرد میر مہدی مجروح نے لکھا۔ "عودِ ہندی" کا دیباچہ چوہدری عبدالغفور کے رشحاتِ قلم سے ہے۔ گلشن بے خار نسخہ لاہور اہمیت کا حامل ہے۔ یہ نسخہ شعبہ مخطوطات پنجاب سنٹرل پبلک

لائبریری لاہور کی زینت ہے۔ دیوانِ غالب کا نسخہ شیرانی بہت خوش خط اور خوب صورت ہے۔ اگرچہ اس پر کوئی ایسا ترقیمہ درج نہیں ہے۔ جس سے اس کے زمانہ تحریر کا حتمی تعین ہو سکے لیکن داخلی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بیاض اور نسخہ حمیدیہ کو چھوڑتے ہوئے دیوانِ غالب کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔

مخطوطات کی غیر معمولی اہمیت وافادیت کے پیشِ نظر نہایت ضروری ہے کہ نہ صرف ملک بھر میں بلکہ دُنیا بھر میں مخطوطات کے منتشر نوادر کو یک جا کیا جائے۔

ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش اپنی کتاب "اُردو میں اصولِ تحقیق: جلد اوّل" میں لکھتی ہیں:

"تحقیق کرنے والوں کے لئے مختلف کتب خانوں کے مخطوطات کی وضاحتی فہرستیں اولین ضروریات میں سے ہیں۔ پاکستان میں نادر مخطوطات کے ذخیرے ہیں لیکن ابھی تک ان میں سے بیشتر کی فہرستیں شائع نہیں ہوئیں... ملتان کے علاقے میں تین ہزار کے قریب مخطوطات ہیں۔ جشن ملتان کے موقع پر چھے ہزار مخطوطات جمع ہو گئے۔ ان مخطوطات کی حفاظت کا بندوبست کیا جائے کیونکہ یہ مخطوطات ایسے لوگوں کے پاس ہیں جن سے ضائع ہونے کا خدشہ ہے... ایسے قیمتی سرمایے کے تحفظ کے لیے کوئی مناسب انتظام کیا جائے تاکہ تحقیق کے عمل کو جاری رکھا جا سکے۔" (19)

مخطوطات کی حفاظت کے حوالے سے مستشرقین کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر غلام مصطفی خان لکھتے ہیں:

"مشرقی مخطوطات کے ذخیروں کی بہت سی وضاحتی فہرستیں بلند تحقیقی معیار کے حامل مستشرقین نے انگریزی میں مرتب کی ہیں باوجود اپنی بعض خامیوں کے وہ معلومات کا ایک خزانہ ہیں۔ ان کو دیکھنے کی ضرورت کسی نہ کسی مرحلے پر اردو کی تحقیق میں بھی پیش آجاتی ہے۔"(20)

ڈاکٹر جمیل جالبی فرماتے ہیں:

"نثر یا نظم کی وہ کتابیں جو ابھی تک صرف مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہیں تدوین و تحقیق کے نقطہ نظر سے اتنی بلند پایہ نہیں ہیں جتنی کہ عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق ان کو ہونا چاہیے۔ ان کی اہمیت آج یہ ہے کہ وہ دواوین یا مثنویاں جو نایاب نہیں چھپ کر سامنے تو آگئیں لیکن فن تدوین کے اعتبار سے وہ یقیناً تشنہ اور ناقص ہیں مثلاً اپنے دور میں "سب رس" کی اشاعت ایک اہم کارنامہ ہے۔ لیکن اب اسے دوبارہ اس طور پر شائع ہونا چاہیے کہ جس طور پر رشید حسن خان نے "فسانۂ عجائب" اور "باغ و بہار" یا ڈاکٹر مختار الدین احمد اور مالک رام نے فضلی کی "کربل کتھا" مدون کر کے شائع کی ہے"۔

(21)

لُغات:

وسائلِ تدوین میں ایک اور اہم وسیلہ 'لُغت' ہے۔ بنیادی طور پر لغت کسی زبان کے الفاظ کے مجموعے کا نام ہے۔ جس طرح کسی شخص واحد اور کسی تجارتی یا صنعتی ادارے کی ساکھ کا اندازہ اس کے راس المال سے کیا جاتا ہے اسی طرح الفاظ کے ذخیرے سے کسی زبان کی قوتِ اظہار اور ترقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کسی زبان کا لغت اس کے بولنے والوں کے مزاج اور افکار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لغت ملک و قوم کے بہترین دماغوں کی برسوں کی کوشش کا نتیجہ ہے چنانچہ لغت ایک ایسا عمل ہے جو مسلسل اور دائمی ہوتا ہے۔

کسی قوم کی زبان کو ہم لغت کہتے ہیں اس میں تحریر و تقریر اور گفتگو سے متعلق وہ تمام الفاظ شامل ہوتے ہیں جن سے زبان تشکیل پاتی ہے۔ لغت اصطلاحاً اُس لفظ کو کہتے ہیں جس کے معنی پہلے سے موجود نہ ہوں چنانچہ لغت نویسی وہ علم اور فن ہے جس میں کسی زبان کے تمام سرمایہ الفاظ، ان کے معنی، اشارات اور تلمیحات سے بحث کی جاتی ہے۔ ان توضیحات کی بنیاد پر اگر لفظ "لغت" کا احاطہ کیا جاتے تو چند نمایاں باتیں سامنے آتی ہیں۔

1۔ حروفِ تہجی کی ترتیب
2۔ الفاظ کی توضیح کا انداز
3۔ الفاظ کی تاریخ، مخرج، ماخذ اور تلفظ وغیرہ
4۔ تشریحات اور حوالوں وغیرہ کے بیان میں مستند رویہ

انگریزی میں لغت نویسی کی ابتداء تیرہویں صدی عیسوی سے ہوتی ہے۔ اُردو میں سب سے پہلے لغت پرا ہل یورپ اور خاص کر انگریزوں نے سنجیدگی سے کتابیں لکھیں۔ یہ خصوصیت کچھ اُردو ہی کے ساتھ نہیں۔ ہندوستان کی تقریباً تمام جدید زبانوں کی لغات غیروں ہی نے لکھیں۔ ہاں البتہ اُردو پر اُن کی چشم التفات زیادہ رہی ہے۔ اس کی بنیادی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ تجارت کی غرض سے یہاں آئے تھے اور ایک تاجر کے لئے بیرون خطے کی زبان سیکھنا لازم ہوتی ہے۔ تجارت کے بعد جب ملک گیری کا بھی مرحلہ آیا تو اس امر کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی اور اس ضرورت کے تحت کلکتے میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا جہاں جدید اُردو نثر نے فروغ پایا۔

اردو لغت پر بات کرتے ہوئے ایس۔ کے۔ حسینی اپنے مقالہ "اردو لغت نویسی اور اہل انگلستان" میں لکھتے ہیں:

"جارج ہیڈلے (George Hadley) نے اردو صرف و نحو پر ایک کتاب ۱۷۷۳ء میں تالیف کی۔ جس میں ہندوستانی لغت بھی شامل ہے۔ یہ انگریزی لغت نویسی کا پہلا خاکہ ہے۔ یہ کتاب کافی مقبول ہوئی۔ اس کے بعد جے۔ فرگوسن (J. Fergusson) نے ایک لغت ترتیب دی جس میں صرف و نحو کے لئے بھی ایک حصہ مختص کیا۔"(22)

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مولوی عبدالحق فرگوسن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک شخص فرگیوسن نامی نے اردو کی ایک لغت لکھی تھی جو لندن میں 1773ء میں طبع ہوئی مگر وہ بالکل ناکافی تھی جنرل ولیم کرک پیاٹرک نے ایک ڈکشنری لکھنے کا ارادہ کیا جس کے انہوں نے تین حصے کیے مگر اس کا ایک ہی حصہ طبع ہونے پایا۔ اس حصے میں انہوں نے وہ الفاظ لیے ہیں جو عربی، فارسی کے ہندی میں آگئے ہیں۔"(23)

مرزا خلیل احمد بیگ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اُردو زبان اور اس کے لسانیاتی پہلوئوں سے اولین دلچسپی اہل یورپ کو پیدا ہوئی جن میں ڈچ، پرتگالی، فرانسیسی، جرمن، اطالوی اور انگریز علماء شامل تھے جنھوں نے نہایت عرق ریزی سے اردو کی قواعدیں مرتب کیں۔ لغات ترتیب دیے اور اصول زبان سے متعلق کتابچے لکھے۔ اس ضمن میں جوشوا کیٹلر، شلز، ہیڈلے، ولیم ٹیٹ، گل کرسٹ، جان شیکسپیئر، گارساں دتاسی، جان ڈوسن، جان۔ ٹی۔ پلیٹس، ڈنکن فاربس، رچرڈسن اور ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن وغیرہ کی خدمات نہایت قابلِ قدر ہیں۔"

(24)

مستشرقین کی ان خدمات کا نتیجہ یہ تھا کہ اردو زبان میں لغت اور قواعد کا سرمایہ اتنا وافر ہو گیا کہ غیر ملکیوں کے لئے اردو زبان سیکھنا آسان ہو گیا۔

عطش درانی کے بہ قول:-

"اردو زبان اس سلسلے میں اہل یورپ کی احسان مند ہے کہ اس کے اولین لغات مرتب کرنے کا سہرا ان کے سر ہے ورنہ اہل ہندوستان جو بزعم خود اہل زبان کہلاتے تھے اس مطالبے پر حیرت سے منہ تکتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کبھی کسی نے قواعد و لغات کی مدد سے بھلا اپنی زبان سیکھی ہے۔"(25)

سر سید احمد خان نے اردو کے لیے ایک جامع قسم کی لغات کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے عہد میں اردو لغات مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ انہوں نے اس لغات میں صرف مترادفات لکھ کر اس کا پیٹ بھرنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ لفظ کی تعریف اور تشریح کو بھی لغات کا حصہ بنایا۔ بقول مولوی عبدالحق:

" یہ ایک ایسا مشکل اور تحقیق کا کام ہے کہ اس زمانے میں بھی لغت کی جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں وہ بھی اس سے عاری ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک شخص کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے ایک جماعت کی متحدہ کوشش درکار ہے۔"(26)

'لغت' کے اغراض و مقاصد بے پایاں اور وسیع ہوتے ہیں۔ الفاظ لغت میں اکائی کا کام دیتے ہیں کسی زبان میں جتنے الفاظ مروج ہیں ان کے معنی املا، تلفظ، ان کی اصل، تاریخ، تغیر زمانی، استعمال کے مختلف طریقے ان کی دستوری حیثیت وغیرہ تمام مسائل کے تعین لغت کی حدود میں ہے۔ ادب و زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کا لغت سے گہرا تعلق نہ ہو۔ گویا کائنات کی پہنائی لغت اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لغت نویسی ایک نہایت مشکل فن ہے اور تدوین کے عمل میں بہت زیادہ ممد و معاون ثابت ہوتا ہے کیونکہ لغت سے ہر شخص کا سروکار رہتا ہے۔ عالم، عاصی، چھوٹا، بڑا، مورخ، محقق، انشاء پرداز، شاعر، ادیب، سائنس دان غرض ہر شخص کو لغت سے استفادہ کرنا پڑتا ہے۔

اس لیے لغت کی تحقیق و تدوین کے حوالے سے اہمیت بہت زیادہ ہے کسی موضوع پر تحقیق و تدوین کے دوران یہ معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس میں فقط مستعمل الفاظ نہیں ہوتے بلکہ اس میں کسی قوم کی زبان کے کل ذخیرہ الفاظ کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ کچھ الفاظ ایک وقت میں زیادہ استعمال ہوتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد الفاظ متروک ہو جاتے ہیں۔ لغت پرانے مستحون کی تفہیم میں مدد کرتا ہے اس کے بغیر پرانے متون سے حقیقی نتائج اخذ نہیں کیے جاسکتے۔

لغات میں کسی لفظ کی سند کے طور پر اشعار پیش کیے جاتے ہیں اور ساتھ شاعر کا نام لکھا جاتا ہے اس حوالے سے محقق لغات سے مدد لے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کسی خاص موضوع پر تحقیق کی جاتی ہے تو سب سے پہلے اس کے لغوی معنی درج کیے جاتے ہیں۔ لغوی معنی کے تعین کے لیے بہت ساری لغات کو دیکھنے کے بعد ان میں سے

مستند معنی کو درج کیا جاتا ہے۔ لغت سے ثقافت میں آنے والی تبدیلیوں کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ تحقیق کار لغت کی مدد سے املا کی اغلاط کو دور کر سکتا ہے اگر دیکھا جائے تو لغت کی اہمیت بطور وسائل و تحقیق و تدوین مسلّم ہے اور اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لغت تحقیق و تدوین کے دوران بہت معاون ثابت ہوتی ہے اور تحقیق اور تدوین کا کام لغت کے بغیر مکمل نہیں کیا جا سکتا۔

پروفیسر عبدالستار دلوی لغت کو جدید ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے یہ تجاویز دیتے ہیں:

"اردو میں لغت کی تدوین بھی بنیادی اور اہم ضرورت ہے گو اردو میں لغتوں کی کمی نہیں لیکن مشکل ہی سے آپ کو ایسی لغت ملے گی جو ہماری تمام تر ضروریات پر حاوی ہو۔ لفظ، اس کی تشکیل، اصل و نسل، اس کی قسم، (اسم صفت فعل وغیرہ) تلفظ کی صحت کے سلسلے میں بھی تفصیلات ایک اچھی لغت کے ضروری اجزا ہیں۔ اس قسم کی لغت کی ترتیب میں "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" کو بطور نمونہ سامنے رکھنا چاہیے۔ تلفظ کی صحت کے سلسلے میں جونس کی "The English Pronouncing Dicitionary" کے طرز پر لغت کی تدوین ہونی چاہیے۔ لغت کی جدید ترتیب میں وہ سارے الفاظ شامل ہونے چاہئیں جو عام اردو بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی زبان سے کیوں نہ ہوں۔ اسی طرح سولہویں، سترہویں، اٹھارہویں، انیسویں اور بیسویں صدی میں مستعمل ہونے والے الفاظ پر مشتمل زمانے کے مطابق لغتیں بھی مرتب ہونی چاہئیں۔"(27)

حرفِ آخر اس حوالے سے یہ ہے کہ تدوین قدیم ادب کی بازیافت کے لیے بہت ضروری ہے۔ جستجو اور کھوج انسان کی فطرت میں ہے اور تحقیق انسانی فطرت کے اس پہلو کی تشکیل و تکمیل کا باعث بنتی ہے۔ خصوصاً کلاسیکی ادب کی بہتر تفہیم کے لئے تدوین کے وسائل کی چھان پھٹک ضروری ہے۔ "حقیقتِ پنہاں" کو افشاء کرنے کے لئے محققین و مدونین کو جدید سائنسی انداز میں تحقیق و تدوین کے اصولوں کو اپنانا ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور: دانش گاہِ پنجاب، جلد6، 1962، ص: 186
2۔ سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1990، ص:599
3۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1972، ص:1
4۔ ڈاکٹر گیان چن جین، تحقیق کا فن، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2006، ص:447
5۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، اُردو تنقید کا ارتقا، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 1979، ص:99
6۔ ڈاکٹر سلیم اختر، نفسیاتی تنقید، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1986، ص:1
7۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، شعرائے اُردو کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ص 3، 4
8۔ ایضاً، ص: 9، 10
9۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، اُردو شعراء کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، لاہور: مجلس ترقی ادب، ص: 627 تا 632
10۔ ڈاکٹر سلیم اختر، نفسیاتی تنقید، ص: 110
11۔ شان الحق حقی فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1995، ص:286
12۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ادبی تحقیق کے اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1962، ص:138
13۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام، اصولِ تحقیق-جدید ریسرچ کے اصول و ضوابط، اسلام آباد: پورب اکادمی، 2015، ص: 95، 96
14۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ادبی تحقیق کے اصول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1996، ص:140
15۔ ڈاکٹر خلیق انجم، متنی تنقید، لاہور: سنگت پبلشرز، 2004، ص: 10
16۔ ڈاکٹر ملک حسن اختر، تہذیب و تحقیق، لاہور: سنگت پبلشرز، 2015، ص:2
17۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی، اصولِ تحقیق و ترتیب متن، لاہور: سنگ پبلشرز، ص: 26، 27
18۔ ڈاکٹر طاہرہ سرور، تدوینِ متن، مشمولہ سہ ماہی ادبِ معلّی، لاہور: شمارہ نمبر1، جلد نمبر6، ص: 29

19۔ ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش (مرتب)،اُردو میں اصول تحقیق،لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،2015،ص:345

20۔ ڈاکٹر غلام مصطفے خان، تحقیق کے بنیادی لوازم، مشمولہ تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات مرتّبہ اعجاز راہی،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،1996، ص: 129

21۔ ڈاکٹر جمیل جالبی،ادبی تحقیق،لاہور: مجلس ترقی ادب،1996،ص: 27

22۔ ایس۔ کے حسینی،اُردو لغت اور اہل انگلستان: مشمولہ ماہنامہ افکار، کراچی: اپریل 1981، شمارہ133،ص: 159

23۔ عبدالحق، مولوی برطانیہ میں اُردو ایڈیشن، مشمولہ ماہنامہ افکار، کراچی: اپریل 1981، شمارہ 133، ص: 20،21

24۔ مرزا، خلیل احمد بیگ،اردو میں لسانی تحقیق مشمولہ نقوش،لاہور: سالنامہ شمارہ:142،ص: 105

25۔ عطش درانی،اردو زبان اور یورپی اہلِ قلم،لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز،(س۔ن)،ص:19

26۔ مولوی عبدالحق، سر سید احمد خان (حالات وافکار)، کراچی: انجمن ترقی اُردو،1959،ص: 162

27۔ عبدالستار دلوی،اردو میں لسانی تحقیق کی اہمیت، مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق، مرتّبہ ایم سلطانہ بخش،ص: 62،63